وراثتی مسائل میں صحابیات کے نبی اکرم ﷺ سے فقہی سوالات اور عصری اطلاق

The Jurisprudential Questions from The Companions (Women) To The Prophet Muhammad (Peace Be Upon Him) Regarding Inheritance Issues and Their Contemporary Application

Muhammad Shoaib
Teaching Assistant (Islamic studies), University community college,
Govt. College University, Faisalabad
Email: *shoaibgcuf202@gmail.com*
Hafiza Attiqa Shehzadi
PhD Scholar, Department of Islamic Studies,
Govt College University, Faisalabad
Email: *atiqarazzaq65@gmail.com*
Muhammad Bilal
MPhil Scholar, Subject Specialist, Daanish School
system & Centre of Excellence, Muzaffargarh
Email: *hafizbilal150@gmail.com*

Abstract

Inheritance rules in Islamic law are of great importance and are based on the Quran and Sunnah. The jurisprudential awareness of the women Companions in early Islamic society and their questioning of the Prophet (peace and blessings of Allaah be upon him) is not only a manifestation of their intellectual taste but also illustrates their active role in the formulation and understanding of Islamic law. This study presents an analysis of the questions of the women Companions regarding inheritance issues and the Prophet's (peace and blessings of Allaah be upon him) answers to them. At the same time, this study sheds light on the meaning and application of these questions in the modern era. Keeping in mind the current issues such as the violation of inheritance rights, the increasing trend of depriving women of their Shariah share and the distance from Islamic teachings in this regard, this article has shown that the practical examples of the early women Companions can become a source of guidance for today's Muslim society. This study emphasizes the need for effective application of

inheritance laws in the modern era in the light of jurisprudential reasoning, the spirit of Shariah, and the principles of justice and equality.

Key Words: jurisprudential questions, Women Companions, inheritance issues , contemporary applications

صحابہ کرام کی طرح صحابیات بھی اپنے ذہن ودماغ کے لحاظ سے ایک درجے اور مرتبے کی نہیں تھیں اور نہ سب کو یکساں طور سے آنحضرت ﷺ کی صحبت ورفاقت نصیب ہوئی تھی، اس لیے ان کی خدمات بھی اسی کے اعتبار سے کم وبیش ہوں گی کیونکہ حدیث کی خدمات کے لیے سب سے زیادہ ضرورت حفظ اور فہم وفراست ہی کی تھی۔ صحابیات میں ازواج مطہرات کو نبی ﷺ کے ساتھ ہر لحاظ سے زیادہ خصوصیت حاصل تھی، اس لیے اس سلسلے میں ان کی خدمات سب سے زیادہ ہیں۔ ازواج مطہرات کو تاکید بھی کی گئی کہ یاد رکھو اللہ کی آیات اور حکمت کی ان باتوں کو جو تمھارے گھروں میں سنائی جاتی ہیں۔ حضور کے سپرد جو کام کیا گیا تھا وہ یہ تھا کہ آپؐ ایک ان پڑھ قوم کو جو اسلامی نقطۂ نظر سے ہی نہیں بلکہ عام تہذیب وتمدن کے نقطۂ نظر سے بھی ناتراشیدہ تھی، ہر شعبۂ زندگی میں تعلیم وتربیت دے کر ایک اعلیٰ درجہ کی مہذب وشائستہ اور پاکیزہ قوم بنائیں۔ اس غرض کے لیے صرف مردوں کو تعلیم دینا کافی نہ تھا بلکہ عورتوں کی تربیت بھی اتنی ہی ضروری تھی۔ مگر جو اصولِ تہذیب وتمدن سکھانے کے لیے آپ مامور کیے گئے تھے ان کی رو سے مردوں اور عورتوں کا آزادانہ اختلاط ممنوع تھا اور اس قاعدے کو توڑے بغیر آپ کے لیے عورتوں کو براہ راست خود تربیت دینا ممکن نہ تھا۔ اس بنا پر عورتوں میں کام کرنے کی صرف یہی ایک صورت آپ کے لیے ممکن تھی کہ مختلف عمروں اور ذہنی صلاحیتوں کی متعدد خواتین سے آپ نکاح کریں، ان کو بہ راہ راست خود تعلیم وتربیت دے کر اپنی مدد کے لیے تیار کریں اور پھر ان سے شہری اور بدوی اور جوان اور ادھیڑ اور بوڑھی ہر قسم کی عورتوں کو دین سکھانے اور اخلاق وتہذیب کے لیے اصول سمجھانے کا کام لیں۔ اسی پہلو میں ازواج مطہرات گاہے بگاہے نبی محترم سے سوالات پوچھتیں اور نبی محترم ان کے جوابات دیتے۔ کئی سوالات جن کا تعلق آزاد اور غلام کی میراث سے ہے ان سے متعلقہ بھی سوالات کیے جاتے تھے اور ان کے جوابات بھی دیئے جاتے۔ لیکن اس آرٹیکل میں صحیحین میں بیان کردہ احادیث جو کہ صحابیات سے روایت ہیں اور ان میں بیان کردہ وراثت کے معاملات کو زیر بحث لایا گیا ہے

وارثتی مسائل سے متعلق سوالات:

غلام لونڈی کا ترکہ وہی لے گا جو اسے آزاد کرے اور جو لڑکا راستہ میں پڑا ہوا ملے اس کی وراثت کا حکم کیا ہو گا؟ اور کسی کو خریدا اور اس کی ولاء کا حکم کیا ہو گا؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا فرماتی ہیں کہ میں بریرہ کو

خریدنا چاہتی تھیں تو میں اللہ کے رسول ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا ولاء کے بارے میں تو اس پر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ الْحَكَمِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: اشْتَرَيْتُ بَرِيرَةَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اشْتَرِيهَا فَإِنَّ الْوَلَاءَ لِمَنْ أَعْتَقَ، وَأُهْدِيَ لَهَا شَاةٌ فَقَالَ: هُوَ لَهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ، قَالَ الْحَكَمُ: وَكَانَ زَوْجُهَا حُرًّا وَقَوْلُ الْحَكَمِ: مُرْسَلٌ، وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: رَأَيْتُهُ عَبْدًا۔[1]

ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے حکم نے، ان سے ابراہیم نے، ان سے اسود نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ میں بریرہ رضی اللہ عنہ کو خریدنا چاہتی ہوں تو اس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں خرید لے، ولاء تو اس کے ساتھ قائم ہوتی ہے جو آزاد کر دے اور بریرہ رضی اللہ عنہ کو ایک بکری ملی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ان کے لیے صدقہ تھی لیکن ہمارے لیے ہدیہ ہے۔ حکم نے بیان کیا کہ ان کے شوہر آزاد تھے۔ حکم کا قول مرسل منقول ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے انہیں غلام دیکھا تھا۔

عصری اطلاق:

حافظ زبیر علی زئی ولاء کے بارے میں لکھتے ہیں کہ رشتہٗ ولاء کا مطلب ہے مولیٰ ہونے کا حکم کہ رشتہٗ ولاء اسی کا ہے جو آزاد کرے جیسا کہ حدیث میں ہے

عن عائشة زوج النبی صلی الله علیه وسلم انها قالت: کان فی بریرة ثلاث سنن، فکانت إحدی السنن الثلاث انها اعتقت فخیرت فی زوجها. وقال رسول الله صلی الله علیه وسلم: الولاء لمن اعتق۔[2]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: بریرہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں تین سنتیں ہیں ان تین میں سے ایک سنت یہ ہے کہ جب وہ آزاد کی گئیں تو انہیں اپنے خاوند کے بارے میں اختیار دیا گیا)جو کہ غلام تھے (اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رشتہٗ ولاء اسی کا ہے جو آزاد کرے۔

تفقہ:

1۔ لونڈی جب آزاد ہو جائے تو اسے اختیار حاصل ہو جاتا ہے کہ اپنے سابقہ خاوند کے ساتھ رہے یا جدا ہو جائے بشرطیکہ لونڈی کی آزادی کے بعد خاوند نے)اس کی مرضی سے (اس کے ساتھ جماع نہ کیا ہو۔

2۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آزاد شدہ لونڈی کو اس وقت تک اختیار رہتا ہے جب تک اس کا سابق خاوند اسے چھو نہ لے۔

3۔ اگر کوئی فقیر مسکین صدقے یا زکوۃ کے مال کا مالک ہو جائے اور پھر وہ اس میں سے کسی امیر کو تحفہ دے تو یہ مال اس امیر کے لئے حلال ہو جاتا ہے۔

4۔ مالدار اور ہٹے کٹے کمانے والے شخص کے لئے صدقہ وخیرات اور زکواۃ حلال نہیں بلکہ حرام ہے۔

5۔ اگر کوئی چیز کسی خاص علت کی وجہ سے حرام ہو اور پھر وہ علت ختم ہو جائے تو وہ چیز حرام نہیں رہتی۔

6۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل و اولاد کے لئے صدقہ حلال نہیں ہے۔ بعض علماء کے نزدیک یہ حکم فرض وواجب صدقات کے بارے میں ہیں اور نفلی صدقہ جائز ہے۔

7۔ رشتۂ ولاء کا مطلب ہے مولیٰ ہونا۔

8۔ گھر میں اگر پسندیدہ کھانا موجود ہے تو گھر سے طلب کرنا جائز ہے۔

9۔ فقراء ومساکین کو صدقات دینا اہل ایمان کا وطیرہ ہے۔

10۔ گھر میں کھانا پکانے اور پینے پلانے والے برتن رکھنا جائز ہے۔[3]

آزاد عورت کا غلام مرد کے نکاح میں ہونا جائز ہے:

آزاد عورت نکاح کے معاملے میں غلام مرد سے نکاح کے معاملے میں آزاد ہے اس کی رائے کے مطابق عمل کیا جائے گا اگر وہ نکاح کرنا چاہے تو کر سکتی ہے جب کہ نکاح کو فسخ کرنے کا حق بھی حاصل ہے جیسا کہ حضرت عائشہ کی بریرہ سے متعلق حدیث میں ہے

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ فِي بَرِيرَةَ ثَلَاثُ سُنَنٍ عَتَقَتْ فَخُيِّرَتْ، وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:" الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ"، وَدَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبُرْمَةٌ عَلَى النَّارِ فَقُرِّبَ إِلَيْهِ خُبْزٌ وَأُدْمٌ مِنْ أُدْمِ الْبَيْتِ، فَقَالَ:" لَمْ أَرَ الْبُرْمَةَ؟" فَقِيلَ: لَحْمٌ تُصُدِّقَ بِهِ عَلَى بَرِيرَةَ وَأَنْتَ لَا تَأْكُلُ الصَّدَقَةَ، قَالَ:" هُوَ عَلَيْهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ".[4]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ بریرہ کے ساتھ تین سنت قائم ہوتی ہیں، انہیں آزاد کیا اور پھر اختیار دیا گیا) کہ اگر چاہیں تو اپنے شوہر سابقہ سے اپنا نکاح فسخ کر سکتی ہیں (اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے)بریرہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں (فرمایا کہ ولاء آزاد کرانے والے کے ساتھ قائم ہوئی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں داخل ہوئے تو ایک ہانڈی) گوشت کی (چولہے پر تھی۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے روٹی اور گھر کا سالن لایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ)چولہے پر (ہانڈی) گوشت کی (بھی تو میں نے دیکھی تھی۔ عرض کیا گیا کہ وہ ہانڈی اس گوشت کی تھی جو بریرہ کو صدقہ میں ملا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ

نہیں کھاتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ اس کے لیے صدقہ ہے اور اب ہمارے لیے ان کی طرف سے تحفہ ہے۔ ہم اسے کھا سکتے ہیں۔

باب اور حدیث میں مناسبت:

ترجمۃ الباب کے ذریعے امام بخاری رحمہ اللہ نے آزاد عورت کا نکاح غلام مرد سے جائز ہونا قرار دیا ہے اور اس مسئلے پر اشارہ بھی فرمایا ہے، لیکن تحت الباب جو حدیث ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے پیش فرمائی ہے اس میں غلام خاوند کا کوئی ذکر نہیں ہے، لہٰذا بظاہر باب اور حدیث میں مناسبت نہیں دکھائی دیتی۔

ابن المنیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قلت: رضي الله عنك! ليس في حديث بريرة هذا ما يدل أن زوجها كان عبداً۔[5]

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کی جو حدیث نقل فرمائی ہے اس میں یہ واضح نہیں ہے کہ بریرہ رضی اللہ عنہا کے خاوند)سیدنا مغیث (غلام تھے۔

مزید فرماتے ہیں کہ

وقد خرج حديثها أتم من هذا، وفيه التصريح بأنه عبد۔

یقیناً امام بخاری رحمہ اللہ نے)دوسری حدیث (نکالی ہے، جو اس سے مکمل ہے، جس میں صراحت کے ساتھ واضح ہے کہ بریرہ رضی اللہ عنہا کے خاوند مغیث رضی اللہ عنہ غلام تھے۔

دراصل مسئلہ یہ ہے کہ کیا بریرہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کرتے وقت سیدنا مغیث رضی اللہ عنہ آزاد تھے یا غلام؟ بعض روایات سے ان کا آزاد ہونا ثابت ہوتا ہے اور بعض روایات کے مطابق ان کا غلام ہونا۔ ترجمۃ الباب کے ذریعے امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ غلام تھے۔

چنانچہ زکریا کاندھلوی لکھتے ہیں:

وميل المصنف الي مسلك الجمهور وقد ترجم فيما سياتي "باب خيار الأمة تحت العبد۔[6]

امام بخاری رحمہ اللہ کا میلان جمہور کے مسلک کی طرف ہے،)کہ سیدنا مغیث رضی اللہ عنہ بریرہ رضی اللہ عنہا کی آزادی کے وقت غلام تھے (اور یقیناً امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب قائم فرمایا اس بارے میں میں کہ باب خيار الأمة تحت العبد۔ علامہ بدر الدین بن جماعۃ رحمہ اللہ ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

ليس في الروايه التى ذكرها ان مغيثاً كان عبداً لكنه صح ذالك من طريق أخريٰ اانه كان عبداً وقد خيرها النبى صلى الله عليه وسلم فدل على جواز الحرة تحت العبد۔[7]

اس روایت میں تصریح موجود نہیں ہے کہ سیدنا مغیث رضی اللہ عنہ غلام تھے،)تو پھر باب اور حدیث میں مناسبت کس طرح؟ (لیکن صحیح یہ ہے کہ جو دوسرے طریق سے ثابت ہے کہ وہ غلام تھے، یقیناً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ بریرہ رضی اللہ عنہا کو اختیار دیا تھا،) کہ وہ مغیث سے نکاح قائم رکھیں، یا پھر ختم کر دیں (پس یہ جواز ہے کہ آزاد کے نکاح میں غلام شوہر رہ سکتا ہے، لہٰذا یہی سے ترجمہ ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت ہو گی۔[8]

الشیخ محمد حسین میمن ولاء کے باب اور حدیث میں مناسبت بارے میں لکھتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے باب قائم فرمایا کہ عورتوں سے خرید و فروخت کرنا، اور دلیل کے طور پر سیدہ بریرہ رضی اللہ عنہا کا قصہ ذکر فرمایا ہے، ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت یوں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اشتری و اعتقی یعنی "تم خرید کر آزاد کر دو۔ "لازماً جو امی عائشہ رضی اللہ عنہا سے خریدے گا تو اس کے لیے عورت سے خرید نا درست ٹھہرا، پس یہیں سے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت ہے۔[9]

علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ومطابقة حديث ابن عمر للترجمة في قوله" :سَاوَمَت "فأمنا ساومت أہل بريرة، وہو البيع والشراء بين الرجال و النساء۔[10]

یعنی ترجمہ الباب سے حدیث کی مطابقت اس قول سے ہے کہ "قیمت لگا رہی تھیں) "یعنی امی عائشہ رضی اللہ عنہا ان کی قیمت لگا رہی تھیں تاکہ انہیں خرید کر آزاد کر دیں(، پس امی عائشہ رضی اللہ عنہا نے قیمت لگائی سیدہ بریرہ رضی اللہ عنہا کے مالکوں سے اور یہی ہے »البیع و الشراء بین الرجال و النساء «کہ مردوں اور عورتوں میں بیع کا ہونا۔

امام قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ترجمۃ الباب سے مناسبت کچھ یوں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ "آپ بریرہ کو خرید لیں "اور یہ خطاب امی عائشہ رضی اللہ عنہا سے تھا۔ بیع میں شراء سیدہ بریرہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ جب ان کے مالکوں سے امی عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں خریدا۔[11]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اور د فيه حديث عائشة و ابن عمر في قصة شراء بريرة، وشاہد الترجمة قوله: مابال رجال يشترطون ليست في كتاب الله، لاشعاره بأن قصة المبايعة كانت مع رجال۔[12]

یعنی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کے ساتھ خرید و فروخت جائز ہے کہ امی عائشہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ بریرہ رضی اللہ عنہا لونڈی کو)ایک مرد سے (خریدا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جائز رکھا۔ چنانچہ فرمایا کہ "اس کو خرید لے "اور شاہد ہے اس کے لیے یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ "کیا حال ہے

ان لوگوں کا جو ایسی شرائط طے کرتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں"، اس واسطے یہ مشعر ہے اس چیز کے ساتھ کہ خرید و فروخت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھی۔ لہٰذا یہیں سے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت ہو گی۔

فائدہ نمبر 1:

مندرجہ بالا حدیث سے امام الفقہاء والمحدثین امام بخاری رحمہ اللہ نے کئی اہم مسائل ثابت فرمائے ہیں، جس کا ذکر مختلف ابواب کے ساتھ امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔ امام شوکانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خوب جانتے تھے کہ ولاء کی شرط باطل ہے اور یہ اصول مشہور تھا کہ اہل بریرہ سے بھی مخفی نہ تھا، پھر جب انہوں نے اس شرط کے بطلان کو جاننے کے باوجود اس کی اشراط پر اصرار کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تہدید کے طور پر مطلق امر فرمادیا کہ بریرہ کو خرید لیا جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي آيَاتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا أَفَمَن يُلْقَى فِي النَّارِ خَيْرٌ أَم مَّن يَأْتِي آمِنًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ۔[13]

بے شک جو لوگ ہماری آیتوں (کے معنی) میں صحیح راہ سے انحراف کرتے ہیں وہ ہم پر پوشیدہ نہیں ہیں، بھلا جو شخص آتشِ دوزخ میں جھونک دیا جائے (وہ) بہتر ہے یا وہ شخص جو قیامت کے دن (عذاب سے) محفوظ ومامون ہو کر آئے، تم جو چاہو کرو، بے شک جو کام تم کرتے ہو وہ خوب دیکھنے والا ہے۔

یہ بطور تہدید فرمایا گیا ہے، گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "ان کے لیے ولاء کی شرط لگا لو وہ عنقریب جان لیں گے کہ اس شرط سے ان کو کوئی فائدہ حاصل نہ ہو گا"، اور اس مسئلے کی تائید آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اشارہ سے بھی ہوتی ہے کہ "لوگوں کا کیا حال ہے وہ ایسی شرائط لگاتے ہیں جو کتاب اللہ سے ثابت نہیں"، پس ایسی جملہ شروط باطل ہیں خواہ وہ ان کو نافذ بھی کیا جائے مگر اسلامی قانون کی رو سے ان کا کوئی مقام نہیں ہے۔[14]

فائدہ نمبر 2:

مذکورہ بالا حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایسی شرائط عائد کرتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں"، اور جو علم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا کہ "ولاء اسی کے لیے ہے جو آزاد کرے"، اب اگر غور کیا جائے تو یہ شرط جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لگائی ہے یہ شرط قرآن میں نہیں ہے بلکہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ سے بایں طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ شریعت میں کتاب اللہ کا اطلاق صرف قرآن مجید پر نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کتاب پر ہوتا ہے جو دو گتوں میں بین الدفتین ہو بلکہ کتاب اللہ کا اطلاق شریعت کے تمام قوانین پر ہوتا ہے چاہے وہ قرآنی بیان میں ضم ہوں یا وہ حدیثی

بیانات ہوں۔ امت مسلمہ میں علم کی کمی بے انتہا ہے اور صحیح حدیث کی معرفت بے انتہا پست ہے، ان حالات میں عام و خاص الا ماشاء اللہ کا یہی عقیدہ اور نظریہ ہے کہ کتاب اللہ کا اطلاق صرف قرآن مجید پر ہی ہوتا ہے۔ لیکن اگر اس کے برعکس گہرائی اور بصیرت کی نگاہ سے غور کیا جائے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ "کتاب اللہ "کا حکم مکمل شریعت پر لگتا ہے۔ اور مذکورہ بالا حدیث بھی اس کی مؤید ہے۔ دوسری حدیث جس کا ذکر امام بخاری رحمہ اللہ صحیح بخاری ہی میں کرتے ہیں کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی آیا اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ کر دیجئے۔ دوسرے نے بھی یہی کہا: کہ اس نے سچ کہا: ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا فیصلہ کتاب اللہ کے مطابق کر دیں۔ دیہاتی نے کہا: کہ میرا لڑکا اس کے ہاں مزدور تھا، پھر اس نے اس کی بیوی سے زنا کیا، قوم نے کہا: کہ تمہارے لڑکے کو رجم کیا جائے گا، لیکن میں نے اپنے لڑکے کے اس جرم کے بدلے میں سو بکریاں اور ایک باندی دے دی، پھر میں نے علم والوں سے پوچھا: تو انہوں نے بتایا کہ اس کے سوا کوئی صورت نہیں کہ تمہارے لڑکے کو سو کوڑے لگائے جائیں اور ایک سال کے لیے ملک بدر کر دیا جائے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" :میں تمہارا فیصلہ کتاب اللہ ہی سے کروں گا، باندی اور بکریاں تمہیں واپس لوٹا دی جاتی ہیں، البتہ تمہارے لڑکے کو سو کوڑے لگائے جائیں گے اور ایک سال کے لیے ملک بدر کیا جائے گا، اور اے انیس اس عورت کے گھر جاؤ اور اسے رجم کر دو)اگر وہ زنا کا اقرار کر لے(۔ "چنانچہ انیس گئے اور اسے رجم کر دیا)کیوں کہ اس نے زنا کا اقرار کر لیا تھا۔[15]

مذکورہ بالا واقعہ کی طرف نگاہ دوڑانے سے واضح معلوم ہوتا ہے کہ جس چیز کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا کہ "بکریاں اور باندی کو لوٹا لیا جائے "یہ حکم پورے قرآن مجید میں کہیں نہیں ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلفیہ طور پر یہ فرمایا تھا کہ "میں تم میں ضرور کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا"، تو معلوم ہوا کہ کتاب اللہ کا اطلاق قرآن مجید کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر بھی ہوتا ہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کتاب اللہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے)واللہ اعلم (اللہ کا حکم مراد لیا ہے۔ اگرچہ وہ حکم کتاب اللہ)قرآن مجید (میں بالتصریح مذکور نہیں ہے۔ لیکن ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم کتاب اللہ)قرآن مجید (کے ساتھ قبول کیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے" :جو کچھ تمہیں رسول دے اس کو لے لو اور جس سے تمہیں منع کرے تو باز آ جاؤ۔ "لہٰذا جب وہ)رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی (کتاب اللہ کی وجہ سے ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم قبول کرنا بھی واجب ہوا۔ یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر فیصلہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صادر فرمایا پس وہ کتاب اللہ کے ساتھ ہے، اگرچہ وہ حکم

کتاب اللہ) قرآن مجید (میں بالتصریح مذکور نہ ہو۔[16] اللہ تعالیٰ نے سورہ توبہ میں بارہ ماہ کی تعداد کے بارے میں فرمایا کہ

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللّهِ۔[17]

بیشک اللہ کے نزدیک مہینوں کی گنتی اللہ کی کتاب (یعنی نوشتۂ قدرت) میں بارہ مہینے (لکھی) ہے۔

حالانکہ مکمل قرآن مجید کے مطالعہ سے ہمیں بارہ مہینوں کی گنتی معلوم نہیں ہوتی بلکہ اس کی جگہ احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بارہ ماہ اور مزید حرمت والے چار مہینوں کی بھی گنتی اور اس کی ترتیب ہمیں موصول ہوتی ہے۔ مذکورہ آیت سے بھی حدیث کا مبینہ طور پر کتاب اللہ ہونا ثابت ہے اور ان دلائل کی موجودگی میں کہیں اور طرف التفات کرنا محض ہٹ دھرمی ہی ہوگی۔ محمد بن ابو بکر الرازی مسائل رازی میں فرماتے ہیں:

وإنما ہو أمر أنزله الله فی کتبه علی ألسنة رسله۔[18]

یہ ایک حکم ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں نازل کیا اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر۔"

یعنی یہ حکم حدیث کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا۔ ابن الملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

و المراد بکتاب الله أی بحکمه، إذ لیس فی الکتاب ذکر الرجم، وقد جاء الکتاب بمعنی الفرض۔[19]

یہاں پر کتاب اللہ سے مراد) قرآن نہیں ہے بلکہ (اللہ کا حکم ہے جبکہ رجم کا حکم قرآن میں موجود نہیں ہے، اور یقیناً کتاب سے مراد فرض ہے)یعنی رجم کا حکم بھی اللہ کا حکم ہے، مگر قرآن میں نہیں ہے، سنت میں موجود ہے۔

محمد اسمٰعیل سلفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض آیات قرآن عزیز میں اس طرح مذکورہ ہوئی ہیں کہ قرآن کا مفہوم حدیث کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔ یہ قرآن کی آواز ہے جو ضرورت حدیث کو ثابت کر رہی ہے۔ اشارۃ النص کے طور پر قرآن مجید ضرورت حدیث کو ثابت فرماتا ہے۔ منکرین حدیث سے مؤدبانہ استدعا ہے کہ بحیثیت طالب علم قرآن میں اس طریق پر بھی غور کی تکلیف گوارا کریں۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ دلوں کو کھول دے اور قوت فہم کو استفادہ کا موقع ملے۔[20] ارشاد ربانی ہے:

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَات وَالأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ فَلاَ تَظْلِمُواْ فِيهِنَّ أَنفُسَكُمْ وَقَاتِلُواْ الْمُشْرِكِينَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَآفَّةً وَاعْلَمُواْ أَنَّ اللّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ۔[21]

بیشک اللہ کے نزدیک مہینوں کی گنتی اللہ کی کتاب (یعنی نوشتۂ قدرت) میں بارہ مہینے (لکھی) ہے جس دن سے اس نے آسمانوں اور زمین (کے نظام) کو پیدا فرمایا تھا ان میں سے چار مہینے (رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم) حرمت والے ہیں۔ یہی سیدھا دین ہے سو تم ان مہینوں میں (از خود جنگ و قتال میں ملوث ہو کر) اپنی جانوں پر ظلم نہ کرنا اور تم (بھی) تمام مشرکین سے اسی طرح (جوابی) جنگ کیا کرو جس طرح وہ سب کے سب (اکٹھے ہو کر) تم سے جنگ کرتے ہیں، اور جان لو کہ بیشک اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔

ان چار ماہ کا ذکر قرآن میں اجمالا آیا ہے، ان میں لڑائی جھگڑے کی ممانعت فرمائی گئی ہے، ان میں ابتداء لڑائی حرام ہے۔ لیکن قرآن میں بارہ مہینوں کے نام مذکورہ ہیں اور نہ چار ماہ کا کوئی تفصیلی ذکر موجود ہے۔ یہ تذکرہ احادیث میں ملتا ہے یا عرب کی تاریخ میں، معلوم نہیں ہمارے اہل قرآن کون سا مقدس ذخیرہ قبول فرمائیں گے۔

قلت اور اس حکم:

تعجب اور حیرت کی بات ہے کہ قرآنی بیان سے اور تاریخی حوالوں سے واضح ہوتا ہے کہ اہل عرب مہینوں کی گنتی آگے پیچھے کر دیتے تھے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُواْ يُحِلِّونَهُ عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا لِّيُوَاطِؤُواْ عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّهُ فَيُحِلُّواْ مَا حَرَّمَ اللّهُ زُيِّنَ لَهُمْ سُوءُ أَعْمَالِهِمْ وَاللّهُ لاَ يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ۔[22]

(حرمت والے مہینوں کو) آگے پیچھے ہٹا دینا محض کفر میں زیادتی ہے اس سے وہ کافر لوگ بہکائے جاتے ہیں جو اسے ایک سال حلال گردانتے ہیں اور دوسرے سال اسے حرام ٹھہرا لیتے ہیں تاکہ ان (مہینوں) کا شمار پورا کر دیں جنہیں اللہ نے حرمت بخشی ہے اور اس (مہینے) کو حلال (بھی) کر دیں جسے اللہ نے حرام فرمایا ہے۔ ان کے لئے ان کے برے اعمال خوش نما بنا دیئے گئے ہیں اور اللہ کافروں کے گروہ کو ہدایت نہیں فرماتا۔

لیکن اس کے برعکس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث و سنت کے مجموعے کے بارے میں اور اس کی صداقت پر قرآن نے برملا اعلان فرما دیا کہ وہ ہر قسم کی تبدیلی و تغیرات سے محفوظ ہوں گی اور قیامت تک قرآن کی طرح ہدایت کا سرچشمہ رہیں گے، مگر اس کے باوجود تاریخ پر اعتبار کیا جا سکتا ہے لیکن احادیث پر نہیں، تعجب ہے ایسی تنگ نظری پر۔

بہت سارے لوگوں کو یہ بھی مغالطہ لگ گیا کہ کتاب کہتے ہی اسی شئ کو جو ضخامت میں ہو کیوں کہ عہد نبوی میں احادیث کو کسی ایک کتاب کی صورت میں مدون نہیں کیا گیا) حالانکہ بعین یہی اعتراض قرآن پر بھی وارد ہوتا ہے (اسی لیے کتاب کا حکم احادیث پر صادر نہیں آتا۔

جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کو اپنا خط بھیجا تو قرآن یوں ارشاد فرماتا ہے:

اذْهَب بِّكِتَابِي هَذَا فَأَلْقِهْ إِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانظُرْ مَاذَا يَرْجِعُونَ۔[23]

میرا یہ خط لے جا اور اسے ان کی طرف ڈال دے پھر ان کے پاس سے ہٹ آ پھر دیکھ وہ کس بات کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

پھر جب یہ خط ان کو دیا گیا تو بلقیس نے کہا:

قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ إِنِّي أُلْقِيَ إِلَيَّ كِتَابٌ كَرِيمٌ۔[24]

(ملکہ نے) کہا: اے سردارو! میری طرف ایک نامہ بزرگ ڈالا گیا ہے۔

ان آیات سے یہ معلوم ہوا کہ ضروری نہیں ہے کہ کسی ضخیم شئ کو ہی کتاب کا نام دیا جائے، اسی کتاب کی مزید صراحت سورہ انعام میں کچھ اس طرح سے ہے

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا فِي قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوهُ بِأَيْدِيهِمْ لَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُواْ إِنْ هَذَا إِلاَّ سِحْرٌ مُّبِينٌ۔[25]

اور ہم اگر آپ پر کاغذ پہ لکھی ہوئی کتاب نازل فرما دیتے پھر یہ لوگ اسے اپنے ہاتھوں سے چھو بھی لیتے تب (بھی) کافر لوگ (یہی) کہتے کہ یہ صریح جادو کے سوا (کچھ) نہیں۔

مذکورہ آیت میں بھی قرطاس، کاغذ "کو کتاب کہا گیا ہے لہٰذا منکرین حدیث کا یہ شوشہ کہ وحی ہمیشہ کتاب کی صورت میں نازل ہوتی ہے باطل ٹھہرا۔ دراصل کتاب کے معنی یہ ہیں کہ اس میں کسی چیز کا حکم دیا گیا ہو یا کسی چیز کو فرض کیا گیا ہو، یہ تمام اقسام قرآن مجید کے ساتھ ساتھ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی وارد ہوتی ہیں۔ عربی زبان کی معرکہ آراء کتاب لسان العرب میں ابن منظور رقمطراز ہیں:

وقال، كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَيْ فَرَضْنَا، وَمِنْ بِذَا قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِرَجُلَيْنِ احْتَكَمَا إِلَيْهِ۔[26]

یعنی یوں کہا: کہ ہم نے ان پر لکھ دیا اس میں یعنی)لکھنے سے مراد (فرض کیا ہم نے، اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان جب دو شخص فیصلے کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "میں ضرور تم دونوں کے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا "جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب یا اپنے بندے پر اتارا ہے۔)ابن منظور کہتے ہیں (یہ جو فیصلہ تھا رجم کے بارے میں اور اس کا حکم قرآن میں وارد نہیں۔۔۔۔۔۔ اور یہ بھی کیا گیا ہے)کتاب کے معنی (کسی چیز کو فرض کرنا جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا یا کسی چیز کا حکم جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بیان کیا گیا ہو)یعنی وہ بھی کتاب ہی کا حکم رکھتی ہے۔

ابن منظور کی وضاحت نے واضح کیا کہ ہر وہ شئ کتاب ہے جس میں کسی چیز کا حکم دیا گیا ہو یا کسی چیز کو فرض کیا گیا جو، چاہے وہ قرآن میں لکھا ہوا ہو یا احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں۔

ابن اثیر رحمہ اللہ کتاب اللہ کے بارے میں وضاحت فرماتے ہیں کہ سیدہ بریرہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کہ "جو کوئی ایسی شرط عائد کرے جو کتاب اللہ میں نہیں"، یعنی وہ حکم کتاب میں نہیں اور نہ ہی موجب پر اس کی قضا ہو کتاب میں، کیوں کہ کتاب اللہ سے)مراد (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت مراد ہے، اور جان لو کہ سنت قرآن کا بیان ہے۔ اور یقیناً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ولاء اسی کو قرار دیا جو آزاد کرے، اور یہ ولاء کا حکم قرآن میں مذکورہ نہیں ہے۔)یعنی حدیث میں ہے اور یہ بھی کتاب اللہ ہے۔[27] امام ابن الاثیر رحمہ اللہ نے بھی واضح فرمایا کہ کتاب سے مراد حکم، فرض کے ہیں اور اس کا اطلاق قرآن مجید کے ساتھ ساتھ سنت پر بھی ہوتا ہے۔

شہاب الدین ابو عمرو القاموس الوافی میں فرماتے ہیں کہ کتاب سے مراد مجموعہ، رسائل، کتابیں، قرآن مجید، تورات، انجیل۔۔۔۔ احکامات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ "میں ضرور تم دونوں کے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا۔ یہ واقعہ عسیف ہے جس کو بخاری رحمہ اللہ نے روایت کیا۔[28] شہاب الدین ابو عمرو نے بھی کتاب کی وضاحت کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کا ذکر فرمایا جس میں یہ ہے کہ "میں تم دونوں میں کتاب اللہ سے ضرور فیصلہ کروں گا۔ "یعنی حدیث بھی کتاب اللہ میں شامل ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ کتاب کے معنی حکم اور فیصلہ کو آپ پرویز بھی مانتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکمل اسوہ انسانیت کے لیے نمونہ ہے جو کہ مکمل طریقے سے قرآن مجید میں مذکور نہیں بلکہ اس کے کئی ایک پہلو سنت رسول)احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم (میں اجاگر ہیں۔ لیکن اس حقیقت کے باوجود بھی اس حقیقت سے انحراف چہ معنی وارد ہے؟ لہٰذا ان اقتباسات سے واضح ہوا کہ کتاب سے مراد حکم اور فرائض ہیں، جس میں قرآن مجید کے ساتھ ساتھ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہے۔ مزید تفصیل کے لیے چند احادیث پیش خدمت ہیں:

1۔ مسند احمد بن حنبل میں روایت ہے کہ ایک صحابی سیدنا طلحہ بن عبید رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صدقہ کے متعلق کچھ لکھنے کی گزارش کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی گزارش کو قبول فرما لیا، لہٰذا ان صحابی کا بیان ہے کہ

فَكَتَبَ لَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ہَذَا الْكِتَابْ۔[29]

پس ہمارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کتاب لکھوائی۔

مندرجہ بالا حدیث میں بھی ایک حکم کو لکھوانے پر اسے کتاب کہا گیا ہے، لہٰذا اس حدیث سے واضح ہوا کہ جس میں فرض احکامات ہوتے ہیں اسے کتاب کہا جاتا ہے۔

2۔ موسیٰ بن طلحہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عِنْدَنَا كِتَابُ مَعَاذ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔[30]

ہمارے پاس سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کی ایک کتاب ہے جو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لکھوائی۔

حالانکہ اس نوشتہ میں صرف صدقہ کے مسائل درج تھے، اس کے باوجود اس نوشتہ کو کتاب کا نام دیا گیا کیوں کہ اس میں فرائض واحکامات تھے۔

3۔ قَالَ: أَتَانَا كِتَابُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنْ لَا تَنْتَفِعُوا مِنَ الْمَيْتَةِ بِإِهَابٍ وَلَا عَصَبٍ۔[31]

عبد اللہ بن عکیم کہتے ہیں: ہمارے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب آئی کہ مردے کے چمڑے سے فائدہ نہ اٹھاؤ۔

مذکورہ حدیث میں بھی صرف ایک حکم لکھا ہوا تھا جس کو راوی نے کتاب کے نام سے تعبیر فرمایا۔

فائدہ نمبر3:

اسی باب کے تحت حدیث نمبر 2156 میں امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ حسان بن ابی عباد ہیں، جن کے متعلق امام ابن عدی رحمہ اللہ نے لکھا ہے: حسان دو ہیں، ایک حسان بن حسان البصری اور دوسرے حسان بن ابی عباد البصری، در اصل یہ وہم ہے جو انہیں ہوا ہے۔ کیونکہ حسان بن حسان بن ابی عباد ہیں۔ علامہ علاء الدین مغلطائی)المتوفی 764ھ (نے صراحت فرمائی ہے کہ یہ حسان ایک ہی ہیں دو نہیں ہیں۔[32] ابن عدی رحمہ اللہ نے امام بخاری رحمہ اللہ کے شیوخ حسان بن حسان کو حسان بن ابی عباد سے الگ ذکر فرمایا ہے۔ حالانکہ صحیح یہ ہے کہ)یہ دونوں (ایک ہی آدمی ہیں۔ آپ کا مکمل نام حسان بن حسان البصری ابو علی بن ابی عباد ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان سے امام بخاری رحمہ اللہ نے صرف دو احادیث نقل فرمائی ہیں۔[33]

مولانا عطاء اللہ ساجد ولاء کے بارے میں لکھتے ہیں کہ آزاد ہو جانے کے بعد لونڈی کو اختیار ہے کہ وہ اپنے شوہر کے پاس رہے یا نہ رہے۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ بریرہ میں تین سنتیں سامنے آئیں ایک تو یہ

کہ جب وہ آزاد ہوئیں تو انہیں اختیار دیا گیا، اور ان کے شوہر غلام تھے، دوسرے یہ کہ لوگ بریرہ رضی اللہ عنہا کو صدقہ دیا کرتے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ کر دیتیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے'' : وہ اس کے لیے صدقہ ہے، اور ہمارے لیے ہدیہ ہے''، تیسرے یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کے سلسلہ میں فرمایا'' : حق ولاء)غلام یا لونڈی کی میراث (اس کا ہے جو آزاد کرے)۔

فوائد و مسائل:

1۔ ملکیت بدلنے سے چیز کا حکم بدل جاتا ہے۔
کسی غریب آدمی کو صدقے میں کوئی چیز ملے اور وہ کسی دولت مند کو تحفے کے طور پر پیش کر دے یا دولت مند اس سے وہ چیز خرید لے تو دولت مند کے لیے وہ چیز صدقے کے حکم میں نہیں ہوگی۔

2۔ ولاء سے مراد وہ تعلق ہے جو آزاد کرنے والے اور آزاد ہونے والے کے درمیان آزاد کرنے کی وجہ سے قائم ہوتا ہے۔
اس تعلق کی وجہ سے آزاد ہونے والا اسی خاندان کا فرد سمجھا جاتا ہے جس سے آزاد کرنے والے کا تعلق ہے۔

3۔ آزاد ہونے والے کا اگر کوئی اور وارث نہ ہو تو آزاد کرنے والا اس کا وارث ہوتا ہے۔ اس کو حق ولاء کہا جاتا ہے۔[34]

بیع کی شرائط اور بیع ممنوعہ کی اقسام

علامہ صفی الرحمن مبارک پوری ولاء کے بارے میں لکھتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بریرہ رضی اللہ عنہا)لونڈی (میرے پاس آئی اور کہنے لگی میں نے اپنے مالک سے نو اوقیہ چاندی پر مکاتبت)یعنی میں نو اوقیہ دے کر آزادی لے لوں گی (کر لی ہے کہ ہر سال میں ایک اوقیہ ادا کرتی رہوں گی۔ لہٰذا میری)اس بارے میں (مدد کریں۔ میں نے)اسے (کہا کہ اگر تیرے مالک کو یہ پسند ہو کہ میں تیری مجموعی قیمت یکمشت ادا کر دوں اور تیری ولاء میری ہو جائے تو میں ایسا کرنے کو تیار ہوں۔ بریرہ رضی اللہ عنہا یہ تجویز لے کر اپنے مالک کے پاس گئی اور ان سے یہ کہا تو انہوں نے اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ بریرہ رضی اللہ عنہا ان کے پاس سے واپس آئی، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف فرما تھے۔ بریرہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے اپنے مالکوں کے سامنے وہ تجویز پیش کی تھی، مگر انہوں نے اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ ولاء ان کے لئے ہے۔ یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنی اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی اس واقعہ سے نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم کو باخبر کیا۔ یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اسے لے لو اور ان سے ولاء کی شرط کر لو، کیونکہ ولاء کا حقدار وہی ہے جو اسے آزادی دے۔ "سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں خطاب فرمانے کھڑے ہوئے۔ اللہ تعالی کی حمد و ثنا کی، پھر فرمایا "لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں۔) یاد رکھو (!جو شرط کتاب اللہ میں نہیں ہے وہ باطل ہیں، خواہ سینکڑوں شرطیں ہی کیوں نہ ہوں۔ اللہ کا فیصلہ نہایت برحق ہے اور اللہ کی شرط نہایت ہی پختہ اور پکی ہے۔ ولاء اسی کا حق ہے جو آزاد کرے۔) "بخاری و مسلم (یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔ مسلم کے ہاں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اسے خرید لو اور آزاد کر دو اور ان سے ولاء کی شرط کر لو۔[35]

تشریح:

حدیث سے کئی مسائل ثابت ہوتے ہیں: مثلاً

1. غلام اور اس کے مالک و آقا کے درمیان متعین رقم اور مقرر مدت کی صورت میں مکاتبت جائز ہے۔

2۔ اگر کوئی دوسرا شخص غلام کی طے شدہ رقم ادا کر دے اور اسے آزادی دے دے تو ایسا بھی جائز ہے۔

اس کے ترکہ و میراث کا حقدار یہ آزاد کرنے والا ہو گا۔

3۔ اگر غلام اپنی مکاتبت کی رقم ادا کرنے کے لیے کسی صاحب حیثیت سے سوال کرے تو یہ جائز ہے۔

4۔ مکاتبت کی رقم قسط وار ادا کی جا سکتی ہے۔

5۔ اگر مستحق آدمی سوال کرے تو اس کی مدد کرنی چاہیے۔

6۔ ناجائز شرط اگر عائد کرنے کی کوشش کی جائے تو اس شرط کی کوئی شرعی حیثیت نہیں' اعتبار صرف شرعی شرط کا ہو گا۔

7۔ اس حدیث سے باہمی مشورہ کرنا بھی ثابت ہوتا ہے۔

بیوی شوہر سے مشورہ طلب کرے تو شوہر کو صحیح مشورہ دینا چاہیے۔

8۔ جس مسئلے کا لوگوں کو علم نہ ہو وہ مسئلہ عوام کے سامنے بیان کرنا چاہیے۔

مسئلہ کسی کا نام لے کر نہیں بلکہ عمومی صورت میں بیان کرنا چاہیے۔

9۔ عوام سے خطاب کرنے کے موقع پر سب سے پہلے خالق کائنات کی حمد و ثنا کرنی چاہیے' پھر اپنا مدعا و مقصد بیان کرنا چاہیے۔

10۔ کسی سے درخواست و استدعا کرنے کا بھی یہی اسلوب و انداز ہونا چاہیے۔

11۔ مکاتب لونڈی اور غلام کو فروخت کرنا جائز ہے۔

امام احمد و امام مالک رحمہما اللہ کا یہی مذہب ہے۔

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا با پر فتحہ اور را کے نیچے کسرہ ہے' ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی اور مغیث' جو کہ آل ابو احمد بن جحش کے غلام تھے' کی بیوی تھی۔ جب یہ آزاد ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اختیار دیا تو اس نے اپنے خاوند مغیث)جو کہ ابھی غلام ہی تھا (کو چھوڑ دیا تھا۔[36]

ولاء کی شرط لگانے اور اس پر سرزنش کرنے کا حکم:

الشیخ ڈاکٹر عبد الرحمن فریوائی ولاء کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے بریرہ)لونڈی (کو خریدنا چاہا، تو بریرہ کے مالکوں نے ولاء ا کی شرط لگائی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ سے فرمایا" :تم اسے خرید لو،)اور آزاد کر دو (اس لیے کہ ولاء تو اسی کا ہو گا جو قیمت ادا کرے، یا جو نعمت)آزاد کرنے (کا مالک ہو۔

1۔ ولاء وہ ترکہ ہے جسے آزاد کیا ہوا غلام چھوڑ کر مرے،

2۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بائع کے لیے ولاء کی شرط لگانا صحیح نہیں،

3۔ ولاء اسی کا ہو گا جو خرید کر آزاد کرے۔[37] سائبہ وہ غلام یا لونڈی جس کو مالک آزاد کر دے اور کہہ دے کہ تیری ولاء کا حق کسی کو نہ ملے گا

وراثت کا حکم:

أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، اشْتَرَتْ بَرِيرَةَ لِتُعْتِقَهَا، وَاشْتَرَطَ أَهْلُهَا وَلَاءَهَا، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي اشْتَرَيْتُ بَرِيرَةَ لِأُعْتِقَهَا، وَإِنَّ أَهْلَهَا يَشْتَرِطُونَ وَلَاءَهَا، فَقَالَ: أَعْتِقِيهَا فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ، أَوْ قَالَ أَعْطَى الثَّمَنَ، قَالَ: فَاشْتَرَتْهَا فَأَعْتَقَتْهَا، قَالَ وَخُيِّرَتْ، فَاخْتَارَتْ نَفْسَهَا، وَقَالَتْ: لَوْ أُعْطِيتُ كَذَا وَكَذَا مَا كُنْتُ مَعَهُ"، قَالَ الْأَسْوَدُ: وَكَانَ زَوْجُهَا حُرًّا. قَوْلُ الْأَسْوَدِ: مُنْقَطِعٌ، وَقَوْلُ ابْنِ عَبَّاسٍ: رَأَيْتُهُ عَبْدًا: أَصَحُّ۔[38]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ بریرہ کو انہوں نے آزاد کرنے کے لیے خریدنا چاہا لیکن ان کے مالکوں نے اپنے ولاء کی شرط لگا دی عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ! میں نے آزاد کرنے کے لیے بریرہ کو خریدنا چاہا لیکن ان کے مالکوں نے اپنے لیے ان کی ولاء کی شرط لگا دی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں آزاد کر دے، ولاء تو آزاد کرنے والے کے ساتھ قائم ہوتی ہے۔ بیان کیا کہ پھر میں نے انہیں خریدا اور آزاد کر دیا اور میں نے بریرہ کو اختیار دیا)کہ چاہیں تو شوہر کے ساتھ رہ سکتی ہیں ورنہ علیحدہ بھی ہو سکتی ہیں (تو انہوں نے شوہر سے

علیحدگی کو پسند کیا اور کہا کہ مجھے اتنا اتنا مال بھی دیا جائے تو میں پہلے شوہر کے ساتھ نہیں رہوں گی۔ اسود نے بیان کیا کہ ان کے شوہر آزاد تھے۔ اسود کا قول منقطع ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول صحیح ہے کہ میں نے انہیں غلام دیکھا۔

جب کوئی کسی مسلمان کے ہاتھ پر اسلام لائے (تو وہ اس کا وارث ہوتا ہے یا نہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر کوئی کسی کنیز کو خرید کر آزاد کرنا چاہے تو ولاء کا کیا حکم ہوگا؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا فرماتی ہیں میں نے ایک کنیز کو خرید آزاد کرنا چاہا تو مالکوں نے ولاء کی شرط لگادی تو میں نبی کریم ﷺ سے ولاء کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَأَنَّ عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ أَرَادَتْ أَنْ تَشْتَرِيَ جَارِيَةً تُعْتِقُهَا، فَقَالَ أَهْلُهَا: نَبِيعُكِهَا عَلَى أَنَّ وَلَاءَهَا لَنَا، فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: لَا يَمْنَعُكِ ذَلِكِ، فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ۔[39]

ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، ان سے امام مالک رحمہ اللہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے، ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک کنیز کو آزاد کرنے کے لیے خریدنا چاہا تو کنیز کے مالکوں نے کہا کہ ہم بیچ سکتے ہیں لیکن ولاء ہمارے ساتھ ہوگی۔ ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ میں اس کے بارے میں نبی کریم ﷺ سوال کیا تو اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شرط کو مانع نہ بننے دو، ولاء ہمیشہ اسی کے ساتھ قائم ہوتی ہے جو آزاد کرے۔

عصری اطلاق:

(ولاء) آزاد کیے ہوئے غلام کی میراث کا حکم:

الشیخ عمر فاروق سعیدی میراث ولاء کے بارے میں لکھتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہانے ایک لونڈی خرید کر آزاد کرنا چاہا تو اس کے مالکوں نے کہا کہ ہم اسے اس شرط پر آپ کے ہاتھ بیچیں گے کہ اس کا حق ولاء ہمیں حاصل ہو، عائشہ رضی اللہ عنہانے اس بات کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے فرمایا: یہ "خریدنے میں تمہارے لیے رکاوٹ نہیں کیونکہ ولاء اسی کا ہے جو آزاد کرے۔

فوائد و مسائل:

1۔ آقا اور اس کی زیر ملکیت غلام کے مابین تعلق)ولاء (کہلاتا ہے۔ غلام کو آزاد کر دینے کے بعد بھی یہ تعلق قائم رہتا ہے۔ آزاد کرنے والے کو مولیٰ)معتق) (ت کے نیچے زیر یعنی آزاد کرنے والا (اور آزاد شدہ کو

مولیٰ)معتق) (ت پر زبر یعنی آزاد کیا ہوا) کہتے ہیں۔ اور ان کے مابین نسبت و قرابت کو ولاء کہتے ہیں۔ اور اس تعلق کو کسی طور تبدیل فروخت یا ہبہ نہیں کیا جا سکتا۔

2۔ غیر شرعی شرطیں لغو محض ہوتی ہیں۔ اور ان کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔[40]

نتائج بحث:

1۔لونڈی جب آزاد ہو جائے تو اسے اختیار حاصل ہو جاتا ہے کہ اپنے سابقہ خاوند کے ساتھ رہے یا جدا ہو جائے بشرطیکہ لونڈی کی آزادی کے بعد خاوند نے)اس کی مرضی سے (اس کے ساتھ جماع نہ کیا ہو۔

2۔ اگر کوئی فقیر مسکین صدقے یا زکوٰۃ کے مال کا مالک ہو جائے اور پھر وہ اس میں سے کسی امیر کو تحفہ دے تو یہ مال اس امیر کے لئے حلال ہو جاتا ہے۔

3۔ ولاء سے مراد وہ تعلق ہے جو آزاد کرنے والے اور آزاد ہونے والے کے درمیان آزاد کرنے کی وجہ سے قائم ہوتا ہے۔اس تعلق کی وجہ سے آزاد ہونے والا اسی خاندان کا فرد سمجھا جاتا ہے جس سے آزاد کرنے والے کا تعلق ہے۔

4۔ آزاد ہونے والے کا اگر کوئی اور وارث نہ ہو تو آزاد کرنے والا اس کا وارث ہوتا ہے۔ اس کو حق ولاء کہا جاتا ہے۔

5۔ غلام اور اس کے مالک و آقا کے درمیان متعین رقم اور مقرر مدت کی صورت میں مکاتبت جائز ہے۔ اگر کوئی دوسرا شخص غلام کی طے شدہ رقم ادا کر دے اور اسے آزادی دے دے تو ایسا بھی جائز ہے۔ اس کے ترکہ و میراث کا حقدار یہ آزاد کرنے والا ہو گا۔ اگر غلام اپنی مکاتبت کی رقم ادا کرنے کے لیے کسی صاحب حیثیت سے سوال کرے تو یہ جائز ہے۔ مکاتبت کی رقم قسط وار ادا کی جا سکتی ہے۔

6۔ ولاء وہ ترکہ ہے جسے آزاد کیا ہوا غلام چھوڑ کر مرے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بائع کے لیے ولاء کی شرط لگانا صحیح نہیں، ولاء اسی کا ہو گا جو خرید کر آزاد کرے۔ سائبہ وہ غلام یا لونڈی جس کو مالک آزاد کر دے اور کہہ دے کہ تیری ولاء کا حق کسی کو نہ ملے گا۔

1 بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، ریاض: دار السلام کِتَاب الْفَرَائِضِ، بَابُ الْوَلاَءُ لِمَنْ أَعْتَقَ، وَمِيرَاثُ اللَّقِيطِ، الرقم، 6751

2 مالک بن انس، امام، موطا امام مالک، لاہور: مطبوعہ مجتبائی، روایۃ ابن القاسم، الرقم، 288

3 موطا امام مالک روایۃ ابن القاسم شرح از زبیر علی زئی، ص، 101

4 بخاری، محمد بن اسماعیل, صحیح البخاري، کتَاب النِّکَاحِ، باب، الْحُرَّةِ تَحْتَ الْعَبْدِ، الرقم،5097

5 ابن المنیر، المتوری، ص،290

6 کاندھلوی، محمد زکریا، الابواب والتراجم، کراچی: سعید کمپنی، ج،6، ص،767

7 علامہ بدر الدین بن جماعۃ, مناسبات تراجم البخاري: ص98

8 محمد حسین میمن، عون الباری فی مناسبات تراجم البخاری، ادارہ تحفظ حدیث فاونڈیشن، ج،2، ص،86

9 الشیخ محمد بن حسین میمن، فوائد ومسائل، ص350

10 بدر الدین عینی، عمدۃ القاری، مصر: مطبوعہ ادارہ المنیریہ، ج8، ص:258

11 احمد قسطلانی، علامہ، ارشاد الساري، مصر: مطبوعہ میمنہ، ج4، ص:250

12 ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی، امام، فتح الباري، لاہور: نشر الکتب العلمیہ، ج3، ص:370

13 فصلت: 40:41

14 محمد بن علی بن شوکانی، نیل الأوطار شرح منتقی الاخیار، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ج5، ص:236

15 نیل الأوطار شرح منتقی الاخیار، ج5، ص:237

16 طحاوی، ذم الکلام وأہلہ للہروی، ج2، ص:91

17 التوبہ: 36:9

18 الرازی، محمد بن ابو بکر، مسائل الرازی، لاہور: ادارہ اسلامیات، ص:113

19 سراج الدین الملقن، التوضیح لشرح الجامع الصحیح، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ج17، ص:29

20 محمد اسمٰعیل سلفی، حجیت حدیث، لاہور: اسلامک پبلیشنگ، ص:167

21 التوبہ: 36:9

22 التوبہ: 37:9

23 النمل: 28:27

24 النمل: 29:27

25 الانعام: 7:6

26 ابن منظور افریقی، لسان العرب، ایران: طبعہ ادب الحوذہ، ج12، ص:23

27 ابن اثیر، النہایہ فی غریب الحدیث والأثر، ریاض: المکتبہ الاسلامیہ ج4، ص:128

28 شہاب الدین ابو عمرو، القاموس الوافی، بیروت: دار الفکر، ص:922

29 احمد بن حنبل، امام، مسند أحمد، بیروت: مطبوعہ مکتب اسلامی، ج3، ص:23

30 علی بن عمر دار قطنی، امام، سنن الدار قطنی، ملتان: مطبوعہ نشر السنہ، کتاب الزکوۃ، الرقم:1898

31 نسائی، احمد بن شعیب، امام، سنن نسائي، ریاض: دار السلام، کتاب الفرع والعتیرہ، الرقم:4256

[32] علاوالدین مغلطائی، اکمال تہذیب الکمال، بیروت: مطبوعہ مکتب اسلامی، ج4، ص: 61

[33] ہدی الساری، الفصل التاسع، ص: 559

[34] سنن ابن ماجہ شرح از مولانا عطااللہ ساجد، ص، 276

[35] بلوغ المرام شرح از صفی الرحمن مبارکپوری،، ص، 657

[36] ایضاً، ص، 658

[37] عبد الرحمن، ڈاکٹر، سنن ترمذي مجلس علمي دار الدعوة، نئ دھلی، ص، 256

[38] بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، كِتَاب الفَرَائِضِ، بَابُ مِيرَاثِ السَّائِبَةِ، الرق، 6754

[39] بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، كِتَاب الفَرَائِضِ، بَابُ إِذَا أَسْلَمَ عَلَى يَدَيْهِ، الرقم، 6757

[40] سنن ابی داود شرح از الشیخ عمر فاروق سعدی، اسلام آباد: اُردو پوائنٹ اخبار تازہ ترین ص، 915